محمد حنیف ندوی (افکارِ غزالی کی جھلکیاں)

علماءِ سوء اور علماءِ آخرت میں فرق

(۲)

ان کے قول وفعل میں تطابق ہوتا ہے!

(۳) علماءِ آخرت کا یہ مطلب بھی ہے کہ ان کے قول وفعل میں تطابق ہو۔ اور وہ ان لوگوں میں نہ ہوں جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے:

کبر مقتاً عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑے گناہ کی بات ہے کہ تم ایسی چیزوں کا دعویٰ کرو، جن پر خود عامل نہیں۔

اس گروہ کے بارہ میں صلحاءِ اُمت کے اقوال ہیں جن سے ان کے کردار وسیرت کے نمایاں پہلوؤں کی تشریح ہوتی ہے شعبی کا قول ہے:۔

یطلع یوم القیامۃ قوم من اهل الجنۃ علی قوم من اهل النار فیقولون لهم ما ادخلکم النار وانما ادخلنا اللہ الجنۃ بفضل تادیبکم وتعلیمکم فیقولون انا کنا نامر بالخیر ولا نفعله وننهی عن الشر ونفعله۔

قیامت کے روز جنّت کے کچھ لوگ اہلِ جہنم کے کچھ لوگوں کو دیکھ پائیں گے تو ان سے پوچھیں گے کہ تم کو جہنم میں کس چیز نے ڈالا جب کہ تمہاری تعلیم اور تادیب کے طفیل ہم کو اللہ تعالیٰ نے جنّت میں جگہ عنایت فرمائی ہے۔ وہ کہیں گے کہ ہم لوگوں کو خیر کی تلقین کرتے تھے اور خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔ اسی طرح لوگوں کو بُرائی سے روکتے تھے، لیکن خود اس سے باز نہیں رہتے تھے۔

حاتم الاصم نے اسی مفہوم کو دوسرے انداز میں بیان کیا ہے:

لیس فی القیامۃ اشد حسرۃ من رجل علم الناس علماً فعملوا به ولم یعمل هو به ففازوا بسببه وهلك هو۔

قیامت کے دن اس شخص سے زیادہ حسرت کسی کو نہ ہوگی جس نے لوگوں کو علم سکھایا ہے۔ پھر انہوں نے تو اس پر عمل کرکے کامیابی حاصل کرلی۔ اور وہ بے عمل رہ کر برباد ہوا۔

بے عملی سے بات کی تاثیر جاتی رہتی ہے۔ مالک بن دینار کا قول ہے:

ان العالم اذا لم یعمل بعلمه زلت موعظته عن القلوب کما یزل القطر عن الصفا۔

ایک عالم جب اپنے علم کے مطابق عمل پیرا نہیں ہوتا۔ تو اس کی نصیحتیں یوں دل پر سے پھسل جاتی ہیں جیسے بارش کے قطرے چٹان پر سے۔

ابن السماک نے قول وعمل کے تضاد کے بارہ میں کہا ہے:۔

کم من مذکر باللہ ناس للہ وکم من مخوف باللہ جرئ علی اللہ وکم من مقرب الی اللہ بعید من اللہ وکم من داع الی اللہ فار من اللہ وکم من نال کتاب اللہ منسلخ عن آیات اللہ۔

کتنے ہی ذاکر ہیں جو خدا کو بھولے ہوئے ہیں اور کتنے ہی اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے ہیں۔ جو نافرمانیوں میں اللہ تعالیٰ پر جری ہیں۔ کتنے ہی اللہ تعالیٰ کے قرب کی دعوت دینے والے ہیں جو خود اللہ تعالیٰ سے دور ہیں۔ اور کتنے ہی اس کی طرف پکارنے والے ہیں۔ جو خود اس کے حضور سے بھاگنے والے ہیں اس طرح کتنے ہی وہ لوگ ہیں جو کتاب اللہ سے بہرہ مند ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی آیتوں سے باہر ہیں۔

حضرت عمرؓ کا ارشاد ہے:

ثلاث بهن ینهدم الزمان احداهن ذلة العالم۔

تین چیزیں ایسی ہیں جن سے نظامِ دہر انہدام سے دوچار ہوتا ہے۔ اور ان میں سے ایک صاحبِ علم کی لغزش اور غلطی ہے۔

عبداللہ بن مسعودؓ کا کہنا ہے:۔

سیاتی علی الناس زمان تملح فیه عذوبة القلوب فلا ینتفع بالعلم یومئذ عالمه ولا متعلمه فتکون قلوب علمائهم مثل السباخ من ذوات الملح ینزل علیها قطر السماء فلا یوجد لها عذوبة وذلك اذا مالت قلوب العلماء الی حب الدنیا وایثارها علی الآخرة فعند ذلك یسلبها اللہ تعالیٰ ینابیع الحکمة ویطفئ مصابیح الهدی من قلوبهم فیخبرك عالمهم حین تلقاه انه یخشی اللہ بلسانه والفجور ظاهر فی عمله فما اخصب الالسن یومئذ وما اجدب القلوب الخ۔

لوگوں پر ایک دَور ایسا بھی آئے گا جس میں دلوں کی عذوبت کڑوا ہٹ سے بدل جائے گی۔ اس دن نہ تو عالم اپنے علم سے فائدہ اٹھائے گا اور نہ متعلم ہی۔ علماء کے دل زمین شور کی طرح ہو جائیں گے کہ ان پر بارش ہوتی رہتی ہے۔ لیکن وہ مناسب زمین نہیں پاتی۔ یہ دَور اس وقت آئے گا جب علماء کے دل حبِ دُنیا کی طرف مائل ہو جائیں گے اور یہ دُنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگیں گے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ دلوں کو حکمت کے سرچشموں سے محروم کر دے گا۔ اور ہدایت کے چراغوں کو بجھا دے گا۔ اس وقت کے علماء ملاقات کے دوران میں زبانی زبانی اپنی خشیتِ الٰہی کا تذکرہ کریں گے۔ لیکن ان کے اعمال سے فسق و فجور کی بُو آئے گی۔ اس زمانہ میں زبانیں کتنی شاداب اور تروتازہ ہوں گی۔ اور دل کس درجہ خشک اور مُردہ!

کس طرح کے علماء کے ساتھ نشست و برخاست رکھنا چاہیئے

کس طرح کے علماء کے ساتھ نشست و برخاست رکھنا چاہیئے۔ اس کے بارہ میں آں حضرت کا ارشاد ہے:

لا تجلسوا عند کل عالم الا الیٰ عالم یدعوکم من خمس الیٰ خمس من الشك الی الیقین ومن الریاء الی الاخلاص ومن الرغبة الی الزهد ومن الکبر الی التواضع ومن العداوة الی النصیحة۔

ہر عالم کے پاس نہ بیٹھو۔ سوا اس عالم کے جو پانچ برائیوں سے ہٹ کر پانچ نیکیوں کی طرف راجع ہونے کی دعوت دے جو شک سے یقین کی طرف لے جائے۔ ریاء سے اخلاص کی طرف لوٹے۔ رغبت دنیا کو چھوڑ کر زہد کی طرف ملتفت ہو۔ کبر سے تواضع کی جانب پلٹے۔ اور عداوت سے مُنہ موڑ کر تواضع کی طرف اپنا رُخ پھیرے۔

کعب کا قول ہے:

یکون فی آخر الزمان علماء یزهدون الناس فی الدنیا ولا یزهدون ویخوفون الناس ولا یخافون وینهون عن غشیان الولاة ویاتونهم ویوثرون الدنیا علی الآخرة یاکلون بالسنتهم یقربون الاغنیاء دون الفقراء یتغایرون علی العلم کما تتغایر النساء علی الرجال یغضب احدهم علی جلیسه اذا جالس غیره اولئك الجبارون اعداء الرحمٰن۔

آخری زمانہ میں ایسے ایسے علماء ہوں گے۔ کہ لوگوں کو تو زہد کی تلقین کرینگے۔ لیکن خود زہد اختیار نہیں کرینگے۔ اور لوگوں کو خدا تعالیٰ کے خوف کا واسطہ دینگے۔ لیکن خود اس سے نہیں ڈرینگے۔ اسی طرح حکام کی صحبت سے دوسروں کو روکیں گے۔ اور خود ان کے ہاں پہنچیں گے دنیا کو آخرت کے مقابلہ میں ترجیح دینگے۔ زبان چلانے کی مزدوری کھائیں گے۔ اغنیاء کو اپنے قریب بٹھائیں گے۔ اور فقراء کو دور رکھیں گے علم کے مقابلہ میں اس طرح غیرت کا اظہار کریں گے جس طرح عورتیں مردوں کے معاملہ میں کرتی ہیں۔ اور ایک آدمی اپنے ہم جلیس پر اس بناء پر خفا ہوگا کہ اس نے کسی دوسرے کو کیوں اپنا دوست بنایا ہے یہ لوگ جبابرہ ہیں۔ جو رحمٰن کے کھلے دشمن ہیں۔

علم کے ساتھ عمل کا ہونا ضروری ہے۔ ورنہ عند اللہ اس پر کوئی اجر مترتب نہیں ہوتا۔

حسن کا کہنا ہے:

تعلموا ما شئتم ان تعلموا فواللہ لا یاجرکم اللہ حتیٰ تعملوا فان السفهاء همتهم الروایة والعلماء همتهم الرعایة۔

جو چاہو پڑھو۔ بخدا اللہ تعالیٰ اس وقت تک اجر عطا کرنے والا نہیں، جب تک اس پر عمل نہ کرو۔ یاد رکھو سفہاء کا بڑے سے بڑا نصب العین روایت ہے۔ لیکن صاحب علم لوگ روایت سے زیادہ رعایت (یعنی اس پر عمل کی نگرانی) کو ترجیح دیتے ہیں۔

عبداللہ بن مسعود نے علم و عمل کے تفاوت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے:

انزل القرآن لیعمل به فاتخذتم دراسته عملا وسیاتی قوم یثقفونه مثل القناة لیسوا بخیارکم والعالم الذی لا یعمل کالمریض

قرآن اس لئے اُترا تھا تاکہ اس پر عمل کیا جائے مگر تم نے اس کے پڑھنے پڑھانے ہی کو عمل تصوّر کر لیا ہے۔ ایک دور ایسا آئے گا جب کہ لوگ قرآن کی تحسین ہی کو اپنا مشغلہ ٹھہرائیں گے۔ یہ تم میں کے اچھے اور بہتر

الذی یصف الدواء وکالجائع الذی یصف لذائذ الاطعمۃ ولایجدھا

نہیں۔ ایسا عالم جو عمل نہیں کرتا، ایسے مریض کی طرح ہے جو دوا کی تعریف کرتا ہے۔ اور ایسے بھوکے کی طرح ہے جو لذیذ کھانوں کو سراہتا ہے، مگر دوا اور کھانا اسے میسر نہیں۔

علماءِ حق انہیں علوم کی طرف متوجہ رہتے ہیں جو عقبیٰ میں کام آئیں گے۔ قیل و قال و مشاجرات کی طرف ان کی توجہ نہیں ہوتی

(۴) علماءِ آخرت اس خصوصیت میں بھی علماءِ دنیا سے ممیز ہوتے ہیں۔ کہ وہ انہیں علوم کی طرف متوجہ رہتے ہیں جو عقبیٰ میں مفید ہیں۔ اور طاعات پر اکسانے اور آمادہ کرنے والے ہیں۔ اور قیل و قال اور بحث و جدل کے فنون سے مجتنب رہتے ہیں۔ کیونکہ ان میں جھگڑا اور اختلاف کی فراوانی تو ہے۔ لیکن نفع اور فائدہ کم ہے۔ جو شخص علم اور اعمال کو چھوڑ کر علم الجدال کی طرف ملتفت ہوتا ہے۔ اس کی مثال ایسے مریض کی سی ہے۔ کہ جس کو مختلف و متعدد امراض نے گھیر رکھا ہے۔ اور حسن اتفاق سے اس کو ایسا طبیب حاذق مل جائے جو اس کے جملہ امراض کو دور کر سکتا ہو۔ مرض کی پیچیدگی اور نزاکت کا یہ عالم ہو کہ اگر فوراً علاج شروع نہ کر دیا جائے تو بیماری کے اور بڑھنے کا اندیشہ لاحق ہو لیکن یہ بے وقوف بجائے اس کے کہ بلا تاخیر دوا اور اس پر پرہیز شروع کر دے۔ اس طبیب سے ادویہ کی خصوصیات پر بحث کرنے لگے۔ غرائب طب کا کھوج لگانے لگے۔ اور دقیق و مشکل مسائل کی گتھیوں کو سلجھانے کے درپے ہو جائے اس کی بیوقوفی کا کیا ٹھکانہ ہے؟

ایسے ہی شخص کے بارہ میں جو ضروری اور بنیادی چیزوں کو چھوڑ کر غیر ضروری چیزوں کی طرف لپکتا ہے۔ آنحضرتؐ کی اس حدیث میں رہنمائی ہے۔ جس میں کہ اسی انداز کے ایک شخص کا قصہ مذکور ہے:۔

ان رجلا جاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال علمنی من غرائب العلم فقال لہ ما صنعت فی راس العلم فقال و ما راس العلم قال صلی اللہ علیہ وسلم ھل عرفت الرب تعالیٰ قال نعم قال فما صنعت فی حقہ قال ما شاء اللہ فقال صلی اللہ علیہ وسلم ھل عرفت الموت قال نعم قال فما اعددت لہ قال ما شاء اللہ قال صلی اللہ علیہ وسلم اذھب فاحکم ما ھناک ثم تعالیٰ نعلمک من غرائب العلم۔

ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا حضور! مجھے غرائب علم سے بہرہ مند کیجئے۔ آپ نے فرمایا۔ پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے راس علم کے متعلق کیا کیا ہے؟ اس نے پوچھا راس علم کیا ہے؟ آپ نے پوچھا رب تعالیٰ کو پہچانتے ہو۔ اس نے کہا کیوں نہیں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا۔ پھر تم نے اس کا کیا کچھ بنایا اس کے حق میں۔ جواب میں اس نے کہا۔ جتنا کچھ اللہ کو منظور ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا۔ موت کو پہچانتے ہو۔ اس نے کہا۔ کیوں نہیں۔ آپ نے فرمایا پھر اس کیلئے کہاں تک تیاری کی ہے۔ اس نے کہا۔ بس یونہی سی۔ آپ نے فرمایا جاؤ پہلے ان چیزوں میں پختگی حاصل کر لو۔ پھر آنا تو تمہیں غرائبِ علم کی تعلیم دی جائے گی۔

تینتیس برس میں صرف آٹھ ہی باتیں سیکھیں جو علم و عرفان کا عطر ہیں۔ حاتم الاصم کا بہترین تجزیہ

ایک عالم کو کن علوم اور معارف کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اس کو شفیق بلخی اور اس کے شاگرد رشید حاتم الاصم کی زبانی سنئے۔ ایک دن

اُستاد نے شاگرد سے پوچھا:

تم کتنی مدت میرے ہاں رہے؟

تینتیس برس کامل۔

اس طویل عرصے میں کیا حاصل کیا؟

صرف آٹھ مسائل۔

انا للہ میں نے ایک عمر تمہارے ساتھ کھپائی۔ اور تم نے مجھ سے آٹھ ہی مسئلے سیکھے۔

میں جھوٹ نہیں کہتا آپ کی زندگی اور صحبت سے ان آٹھ نتائج و مسائل تک رسائی ہو پائی ہے۔

وہ آٹھ مسائل کیا ہیں۔ میں بھی تو سنوں۔

سنئے:-

پہلی بات۔ میں نے دیکھا کہ یہاں ہر شخص کسی نہ کسی محبوب پر دل سے فریفتہ ہے۔ لیکن اس محبت کا انجام یہ ہوتا ہے کہ جہاں چاہنے والا قبر میں آسودہ ہُوا محبوب نے اس کو چھوڑ دیا۔ اس پر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ نیکیوں کو اپنا معشوق ٹھہراؤں گا۔ تاکہ جب میں مروں تو یہ آخر تک میرے ساتھ رہیں۔ اور قبر تک رفاقت کا حق ادا کریں۔ یہ ایک مسئلہ ہُوا۔

دوسری بات۔ میں نے اس آیت پر غور کیا:

وامامن خاف مقام ربہ ونھی النفس عن الھوی فان الجنۃ ھی المأدی۔ اورجو اپنے رب کے سامنے پیش ہونے سے ڈرا اور جس نے نفس کو خواہشات سے روکا۔ تو جنّت ہی اس کا ٹھکانہ ہے۔

تو معلوم ہُوا کہ اصل مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ تب خواہشات کا ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ یہاں تک کہ دل طاعات الٰہیہ پر مطمئن ہو گیا۔ یہ دوسرا مسئلہ ہُوا۔

تیسرا مسئلہ۔ میں نے دنیا کے ساز و سامان کا اس نقطۂ نظر سے جائزہ لیا ہے۔ کہ یہاں جو کچھ بھی ہے۔ اس کی بہر آئینہ کچھ مقدار اور قیمت ہے۔ پھر اس حقیقت پر نظر پڑی۔

ماعندکم ینفد وما عند اللہ باق۔ تمہارے ہاں جو کچھ بھی ہے ختم ہونے والا ہے۔ اور جو اللہ تعالٰے کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے۔

اس سے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان تمام اشیاء کی قدر و قیمت کو برقرار رکھنے کا ایک ہی طریق ہے۔ کہ ان کا رُخ اللہ تعالٰی کی طرف پھیر دیا جائے۔

یہ تیسرا مسئلہ ہے جو میں نے سیکھا۔

چوتھا نکتہ۔ میں نے اس بات پر بھی غور کیا کہ لوگ شرف و مجد کے کن کن معیاروں کو فکر و نظر کے سامنے رکھتے ہیں۔ میں نے

دیکھا کہ کوئی تو مال کی فراوانی پر نازاں ہے۔ اور کسی کو حسب و نسب کی بزرگی پر گھمنڈ ہے۔ لیکن جو اصلی معیار ہے وہ اور ہی شئی ہے
ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم۔ تم میں سے عند اللہ اکرم وہ ہے جو اتقی ہے
اس سے میں نے یہ جانا کہ اگر بزرگی حاصل کرنا ہے۔ تو تقوٰے سے اپنے آپ کو آراستہ کرنا چاہئے۔ مال و دولت اور حسب و نسب کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔

یہ چوتھا مسئلہ ہوا۔ اور اسی ترتیب سے دوسرے مسائل ہیں جو میں نے سیکھے۔

بقیہ نکات کی تفصیل۔ مثلاً میں نے جب لوگوں کی اس بیماری پر سوچ بچار کیا۔ کہ یہ آپس میں ایک دوسرے کو بُرا کیوں کہتے ہیں۔ تو اس نتیجے پر پہنچتے ہیں مجھے کسی دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ کہ اس کا اصل باعث حسد ہے۔ اس لئے اس بیماری سے چھٹکارا حاصل کرنے میں لگ گیا۔

میں نے باہم مقاتلہ و مجادلہ کے اسباب پر غور کیا۔ تو معلوم ہوا کہ معاملہ رزق و مال کا ہے۔ اور شیطان ان کو ایکدوسرے کے خلاف از راہِ عداوت اکساتا ہے۔
ان الشیطان لکم عدوا فاتخذوہ عدوا۔ شیطان تمہارا دشمن ہے۔ لہٰذا اسے اپنا دشمن ہی ٹھہراؤ۔
میں نے اس نصیحت پر عمل کیا۔ اور شیطان کی انگیخت سے مجتنب رہنے لگا۔

یہ حقیقت بھی میرے سامنے آئی کہ یہاں کا ایک ایک فرد روٹی کے ایک ٹکڑے اور بھوسے کے لئے نفس کی کن کن ذلتوں کو کس کس طرح برداشت کر رہا ہے۔ حتیٰ کہ حرام تک کے ارتکاب تک میں کوئی باک محسوس نہیں کرتا۔ میں نے جب اس آیت نظر ڈالی۔
وما من دابۃ فی الارض الا علے اللہ رزقھا۔ اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا ایسا نہیں۔ جس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو۔
تو مجھ کو اس طرف سے یکسوئی ہوئی۔ کیونکہ میں بھی آخر انہیں چلنے پھرنے والوں میں سے ایک ہوں۔ جن کی روزی کی ذمہ داری اللہ نے اٹھا رکھی ہے۔ میں نے حصولِ رزق کے جنون کو چھوڑا۔ اور عبادات میں مشغول ہو گیا۔

اسی طرح انسان کی اس کمزوری پر میں نے غور کیا کہ ان میں ہر ایک فرد کسی نہ کسی مخلوق و فانی پر تکیہ کئے ہوئے ہے۔ کسی کو اپنے مال تجارت پر تکیہ ہے۔ کسی کو اپنی صناعی پر بھروسہ ہے۔ اور کوئی صحتِ بدنی پر سہارا کئے بیٹھا ہے۔ میں نے سوچا یہ سارے سہارے غلط ہیں۔ کیوں نہ اسلام ہی پر بھروسہ کیا جائے۔
ومن یتوکل علے اللہ فھو حسبہ۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ پر توکل کیا۔ وہ جان لے کہ وہ اس کے لئے کافی ہے۔

حاتم نے مسائل کی جب یہ تفصیل سنی تو کہا کہ واقعی تمہیں اللہ تعالیٰ نے ان صحیح باتوں کے فہم کی توفیق عطا کی ہے۔ میں نے ان تمام علوم و معارف پر غور کیا ہے جو توراۃ و انجیل اور زبور و قرآن میں موجود ہیں۔ اور یہ دیکھا ہے کہ یہی آٹھ مسائل و مرکز و محور ہیں۔ کہ پورا دین جن کے گرد گھومتا ہے۔

علماءِ آخرت دنیا کے حظوظ و تکلّفات سے بقدرِ کفایت ہی بہرہ مند ہوتے ہیں حاتم الاصم کے اس سلسلہ میں طنزیات

(۵) ان دونو گروہوں میں ایک امتیاز یہ ہے۔ کہ علماءِ آخرت کے حظوظ و تکلّفات میں سے بقدرِ کفایت ہی بہرہ مند ہوئے ہیں۔ ان کے کھانے پینے اور رہنے سہنے کا معیار متوسط درجے کا ہوتا ہے۔ ان کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے۔ کہ سلف کی اقتدا میں زندگی کے اقلِ قلیل ہی پر قناعت کریں۔ کیونکہ یہ لوگ اس نکتہ سے واقف ہوتے ہیں۔ کہ جس نسبت سے ان کا میلان دنیا کی طرف سے کم ہوگا اسی نسبت سے یہ آخرت و عقبیٰ کی طرف بڑھ پائیں گے۔ اسی انداز سے اس کے رتبہ و درجہ میں بلندی و رفعت آئے گی۔ اس سلسلہ میں حاتم الاصم کا قول عمدہ شہادت ہے۔ اس سے معلوم ہوسکتا ہے۔ کہ علماءِ آخرت دُنیا کو کیا سمجھتے ہیں؟ اور ان کے نزدیک دُنیا کے مزخرفات کی کیا حقیقت ہے؟ ابو عبداللہ الخواص جو ان کے شاگردوں میں ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ تین سو بیس آدمیوں کا ایک قافلہ حج کی نیّت سے روانہ ہُوا۔ ان کے پاس سوا صوف کے جبّوں کے جو یہ پہنے ہوئے تھے اور کچھ نہ تھا۔ اس بے سروسامانی کے ساتھ یہ گروہ رے میں ایک متقشف تاجر کے ہاں ٹھہرا۔ جو مساکین اور درویشوں سے بڑی محبت رکھتا تھا۔ اس نے ان کی دعوت کی۔ جب صبح ہوئی تو اس نے حاتم سے کہا۔ کہ مجھے تو محمد بن مقاتل کی عیادت کے لئے جانا ہے جو رے کے قاضی اور فقیہ ہیں۔ آپ اگر مصروف ہوں۔ تو اجازت دیجئے۔ حاتم نے کہا میں اس ثواب سے کیوں محروم رہوں۔ مریض کی عیادت باعثِ فضیلت ہے۔ اور فقیہ کو ایک نظر دیکھ لینا ہی عبادت ہے۔ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں گا۔ چنانچہ ہم سب عیادت کے لئے فقیہ رے کے مکان کی طرف روانہ ہوئے۔ کیا دیکھتے ہیں کہ ہمارے سامنے ایک بلند و بالا خوبصورت حویلی ہے۔ یہی وہ مکان تھا جہاں ہمیں جانا تھا۔ حاتم سوچنے لگا کہ کیا ایک عالم کو اس انداز کے مکان میں رہنا چاہیئے۔ جب اندر جانے کی اجازت ملی۔ تو اور بھی تعجب ہُوا۔ حویلی کیا تھی؟ وسعت و نزہت کا ایک پیکرِ حسین۔ دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے۔ اور پوری پوری آرائش کا اہتمام۔ حاتم کے فکر و تردد میں اور اضافہ ہُوا۔ اس سے آگے بڑھے۔ تو محمد بن مقاتل فقیہ رے کو اس عالم میں پایا کہ نہایت عمدہ فرش پر استراحت فرما ہیں۔ اور ایک غلام سرہانے کھڑا پنکھا جھل رہا ہے۔ تاجر سرہانے بیٹھ گیا۔ اور اس نے خیریت پوچھی۔ حاتم اس اثنا میں کھڑا اس صورتِ حال کا جائزہ لیتا رہا۔ ابن مقاتل نے اشاروں سے کہا۔ بیٹھ جائیے۔ حاتم نے کہا۔ جی نہیں۔ اس نے کہا۔ شاید آپ کچھ دریافت کرنا چاہتے ہیں۔ حاتم نے اثبات میں جواب دیا۔ تو اس نے اجازت دی۔ حاتم نے پوچھا:

آپ نے یہ علم کی دولت کن لوگوں سے حاصل کی؟

ثقات سے۔

انہوں نے کس سے استفادہ کیا؟

صحابہ سے۔

اور صحابہ نے؟
خود رسول اللہ سے۔
اور رسول اللہ نے کس کے سامنے دامن طلب پھیلایا؟
جبریلؑ کے سامنے۔
اور جبریلؑ کا معلم کون ہے؟
اللہ تعالےٰ۔

حاتم نے کہا۔ اللہ تعالےٰ نے جبریلؑ کی طرف جو وحی بھیجی۔ اور انہوں نے آنحضرت تک جس امانتِ عزیز کو پہنچایا۔ اور آنحضرت کی وساطت سے جو دولت صحابہ کی طرف منتقل ہوئی۔ اور صحابہ سے ثقات۔ اور ثقات سے آپ تک پہنچی۔ اس میں کہیں عالی شان مکان کا تذکرہ ملتا ہے؟ جس میں یہ بالا خانے ہوں۔ اور یہ وسعت اور پھیلاؤ ہو۔ ابنِ مقاتل نے کہا کہ نہیں حاتم نے پوچھا کہ اگر یہ نہیں۔ تو پھر آپ نے آں حضرت سے کیا سُنا؟

ابنِ مقاتل نے کہا۔ میں نے یہ سُنا کہ آنحضرتؐ نے دُنیا کے معاملہ میں زہد اختیار کیا۔ اور اپنی توجہ کو آخرت ہی کی طرف مرکوز رکھا۔ نیز مساکین کے ساتھ محبّت والفت سے پیش آتے رہے۔ اور اس امر میں برابر گوشاں رہے۔ کہ عقبیٰ میں ان کا ایک درجہ اور رُتبہ قائم و محفوظ رہے۔

حاتم نے اس پر کہا۔ کہ جب آنحضرت کی زندگی کا یہ نقشہ تھا۔ تو آپ نے کس کی پیروی اختیار کر رکھی ہے۔ آنحضرت کی یا فرعون و نمرود کی کہ جس نے کہ پہلے پہل پکے مکانوں کی طرح ڈالی۔ اے علماءِ سوء! جب ایک دنیا کا حریص اور جاہل یہ دیکھتا ہے کہ ایک عالم کی زندگی کا یہ ٹھاٹھ ہے۔ تو اس کے دل میں یہ خواہش چٹکیاں لیتی ہے۔ کہ میں اس سے بڑھ چڑھ کر کیوں نہ اس شر میں حصّہ لوں۔ یہ کہا اور ابنِ مقاتل کے مکان سے باہر نکل آئے۔

ابن مقاتل کے بعد طنافسی سے جھڑپ

ابنِ مقاتل قاضی رے اور حاتم کے درمیان اس گفتگو کا چرچا عوام میں بھی ہوا۔ انہوں نے کہا، کہ قزوین میں طنافسی ان سے بھی زیادہ ٹھاٹھ سے رہتے ہیں۔ ان کو بھی دیکھا ہے۔ یہ ان کی اصلاح کی غرض سے روانہ ہوئے ان کے ہاں پہنچے۔ تو کہا میں عجمی ہوں۔ براہِ کرم مجھے یہ بتائیے کہ وضو کیونکر کرنا چاہئے۔ جو دین کا مبداء اور اساس ہے۔ انہوں نے کہا۔ بہت اچھا۔ پانی کا برتن اُٹھالاؤ۔ جب حاتم نے پانی کا برتن لاکر پیش کیا تو طنافسی نے وضو کرنا شروع کیا۔ تین تین مرتبہ اعضاءِ وضو دھوئے۔ اور کہا کہ یوں وضو کرنا چاہیئے۔ یہ کہہ کر اُٹھنا چاہا۔ تو حاتم نے کہا۔ جی نہیں، آپ تشریف رکھیں۔ تاکہ میں آپ کے سامنے وضو کرلوں۔ حاتم نے وضو کرنا شروع کیا۔ تو ہاتھ چار مرتبہ دھوئے۔ طنافسی نے ٹوکا۔ کہ تم اسراف کے مرتکب ہوئے ہو۔ اس نے پوچھا کیونکر؟ طنافسی نے کہا، تم نے چار مرتبہ ہاتھ جو دھوئے ہیں۔ حاتم نے کہا کہ سبحان اللہ۔ پانی کے چند قطروں کا زیاں تو آپ کو کھٹکتا ہے۔ اور آپ اسے اسراف ٹھہراتے ہیں۔

استدامت سے کام لیا جائے گا۔ تو اندیشہ ہے کہ کہیں مداہنت، ریاکاری، اور مراعاتِ خلق کی بیماریاں نہ اُبھریں اس لئے ان میں پڑنے سے اجتناب اولیٰ اور بہتر ہے۔ کیونکہ جو دُنیا میں ڈوبے گا۔ اس کی مضرتوں سے اپنا دامنِ عمل نہیں بچا سکے گا۔ یہی مصلحت تھی جس کی بنا پر آنحضرت نے مطرز قمیض اُتار ڈالی۔ اور سونے کی انگشتری کو اثنائے خطبہ ہی میں الگ کر دیا۔

مباحات سے تعرّض کی حدود کیا ہیں؟ اس کا اندازہ ان دو تاریخی خطوط سے لگائیے۔ یحییٰ بن یزید النوفلی نے امام مالک کو لکھا:۔

من یحیی بن یزید بن عبد الملك الی مالك بن انس اما بعد فقد بلغنی انك تلبس الدقاق وتاکل الرقاق وتجلس علی الوطئ وتجعل علی بابك حاجبا وقد جلست مجلس العلم وقد ضربت الیك المطی وارتحل الیك الناس واتخذوك اماما ورضوا بقولك فاتق الله تعالیٰ یا مالك وعلیك بالتواضع کتبت الیك بالنصیحة منی کتابا ما اطلع علیه غیر الله سبحانه وتعالیٰ والسلام۔

یحییٰ بن یزید بن عبد الملک کی طرف سے مالک بن انس کی طرف۔ اما بعد۔ مجھے معلوم ہوا ہے۔ کہ تم باریک کپڑے پہنتے ہو۔ عمدہ پتلی روٹی کھاتے ہو۔ فرش پر بیٹھتے ہو۔ اور تمہارے دروازے پر حاجب رہتا ہے۔ حالانکہ تم مسندِ تعلیم پر فائز ہو۔ دور دراز سے لوگ چل کر تمہارے پاس آتے ہیں۔ اور تمہیں اپنا اُنہوں نے امام ٹھہرا رکھا ہے اور تمہارے فتوے کو مانتے ہیں۔ مالک اللہ تعالیٰ سے ڈر۔ اور تواضع اختیار کر۔ میں نے یہ خط تمہیں ازراہِ نصیحت و خیرسگالی لکھا ہے۔ اس کے بارہ میں بجز اللہ سبحانہ اور میرے اور کسی کو علم نہیں۔ والسلام

امام مالک نے جواب میں رقم فرمایا:۔

من مالك بن انس الی یحیی بن یزید سلام الله علیك۔ اما بعد فقد وصل الی کتابك فوقع منی موقع النصیحة والشفقة والادب امتعك الله بالتقویٰ وجزاك بالنصیحة خیرا واسال الله تعالیٰ التوفیق ولا حول ولا قوة الا بالله العلیّ العظیم فاما ما ذکرت لی انی اٰکل الدقاق والبس الدقاق واحتجب واجلس علی الوطئ فنحن نفعل ذلك ونستغفر الله تعالیٰ فقد قال الله تعالیٰ۔ قل من حرم زینة الله التی اخرج

مالک بن انس کی طرف سے یحییٰ بن یزید کی طرف۔ اما بعد۔ آپ کا خط ملا۔ میں آپ کی خیرسگالی۔ شفقت اور ادب سے متاثر ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو تقوے سے بہرہ مند کرے۔ اور اس خیرخواہی کا عمدہ صلہ دے۔ خدا سے نیکی کی توفیق چاہتا ہوں۔ اور نیکی کرنے اور بُرائی سے بچنے کی طاقت دراصل اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ آپ نے جو ذکر کیا ہے کہ میں پتلی روٹی کھاتا ہوں۔ باریک کپڑے پہنتا ہوں۔ دروازے پر حاجب رکھتا ہوں۔ اور فرش پر بیٹھتا ہوں۔ یہ سب صحیح ہے۔ ہم اس پر عمل پیرا ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کے طالب ہیں۔ اس کا فرمان ہے۔ کہہ دیجئے اللہ کی زینتوں اور رزق کی عمدگیوں کو کس نے حرام ٹھیرایا ہے۔ جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا

لیکن یہ قصر ومحل اور حریر ودیبا اور آرائش وتزئین میں کہیں اسراف نہیں۔

بغداد میں حاتم ہی سے کچھ لوگوں نے پوچھا۔ کہ اے ابو عبدالرحمٰن! آپ کی زبان میں تو لکنت ہے۔ مزید برآں آپ عجمی بھی ہیں۔ پھر یہ تاثیر آپ میں کہاں سے آئی ہے۔ کہ جو بھی آپ سے ہم کلام ہوتا ہے چپ ہو جاتا ہے۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ مجھ میں تین خصوصیتیں ایسی ہیں جن کی وجہ سے کامیاب رہتا ہوں:۔

(۱) جب میرا مخالف کسی صحیح نتیجہ پر پہنچتا ہے۔ تو میں خوش ہوتا ہوں۔

(۲) جب وہ لغزش کا مرتکب ہوتا ہے۔ تو میں غمگین ہوتا ہوں۔

(۳) اور میں کوشش کرتا ہوں کہ میری طرف سے کسی جہالت کا مظاہرہ نہ ہونے پائے۔

امام احمد بن حنبل نے یہ سنا تو فرمایا:۔

سبحان اللہ ما اعقلہ!

سبحان اللہ! حاتم کس درجہ عقل مند ہے!

مدینۃ الرسول میں اونچے اونچے مکانوں پر ان کا اعتراض

انہیں کا ایک اور قصہ سنئے۔ اس سے علمائے حق کے بارہ میں جو صحیح تصور ہے اس کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔ یہ حضرت مدینہ پہنچے۔ تو لوگوں نے ان کے استقبال میں بڑی گرم جوشی دکھائی۔ انہوں نے کمال سادگی سے پوچھا:۔

یہ کون شہر ہے؟

مدینۃ الرسول ہے۔

آنحضرت کا محل کہاں ہے؟ میں وہاں نماز ادا کرنا چاہتا ہوں۔

آنحضرت کا محل! آنحضرت کا محل کہاں تھا۔ وہ تو ایک چھوٹے سے گھر میں رہتے تھے۔ جو زمین سے بس کچھ ہی اونچا ہوگا۔

اچھا اس کا محل نہیں تھا۔ تو ان کے صحابہ کے محلات وقصور کا کوئی اتا پتہ بتاؤ۔

ان کے بھی محل اور قصور کہاں تھے۔ وہ بھی تو ایسے ہی چھوٹے چھوٹے گھروں میں رہتے تھے۔ جو زمین سے ملے ہوئے اور بچھے ہوئے تھے۔

اگر یہ بات ہے۔ تو یہ شہر جس میں اتنے اونچے اونچے مکانات اور محل موجود ہیں، فرعون کا شہر ہو تو ہو، مدینۃ الرسول ہرگز نہیں ہو سکتا۔

یہ اور اس قسم کے متعدد واقعات سلف کی زندگی میں ملیں گے جن سے معلوم ہوگا۔ کہ وہ کس درجہ سادگی کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اور شان وشوکت اور تصنع وبناوٹ سے کتنے گریزاں تھے۔

مباحات سے استفادہ وتزئین اگرچہ ممنوع نہیں مگر انہیں غلو واستدامت اختیار کرنے سے فتنے ابھرتے ہیں دلچسپ مراسلت

یہاں ایک نکتہ سمجھنے کا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مباحات سے استفادہ وتزئین اگرچہ ممنوع نہیں ہے۔ لیکن جب ایسے مباحات کے اختیار کرنے میں غلو و

لعبادہ والطیبات من الرزق وانی لاعلم ان ترک ذلک خیر من الدخول فیہ ولا تدعنا من کتابک فلسنا ندعک من کتابنا۔ والسلام

کی ہیں۔ تاہم میں جانتا ہوں کہ ان زینتوں اور عمدگیوں میں پڑنے سے ان کو چھوڑ دینا کہیں اولیٰ ہے۔ مراسلت جاری رکھئے۔ ہم بھی اسے جاری رکھیں گے۔

دیکھئے امام مالک نے اعتراف فرمایا ہے۔ کہ مباحات زینت وتجمل کا ترک ان کے تعرض سے بہتر ہے۔ یہ ان کی منصفی ہے۔ یقیناً مالک ایسا انسان مباحات کی حدود کی رعایت رکھ سکتا ہے۔ اور اس خطرہ سے دوچار نہیں ہو سکتا کہ مباحات میں یہ غلو کہیں مکروہات پر منتج نہ ہو۔ لیکن ان کے علاوہ دوسروں کو ان سے پرہیز ہی کرنا چاہئے۔ کیونکہ ان میں اتنی استطاعت نہیں۔ علماء آخرت کا امتیاز خشیت الٰہی ہے۔ اور خشیتِ الٰہی اس سے تعبیر ہے۔ کہ انسان ان تمام مقامات سے دور رہے۔ جن میں تجاوز عن الحدود کا خطرہ پنہاں ہے۔

(۶) علماء آخرت پر لازم ہے کہ جہاں تک ممکن ہو۔ امراء وسلاطین کے ایوانوں سے دور دور رہیں۔ اور جب تک بھی علیحدگی وفرار پر قائم رہ سکیں رہیں۔ نہ تو ان سے میل جول ہی رکھیں۔ اور نہ مزید تعلقات ہی استوار کریں۔ اگرچہ وہ خود آئیں اور اس پر آمادہ کریں۔ کیونکہ دنیا کی شادابی اور شیرینی جس پر کہ انہیں لوگوں کا قبضہ وتسلّط ہے دلوں کو بھائے گی۔ ان سے میل جول رکھنے میں یہ خطرہ بھی ہے۔ کہ کلمہ حق کی توفیق چھن جائے گی۔ کیونکہ یہ تو ظاہر ہے کہ یہ ظالم ہیں۔ اور ہر دیندار آدمی کا فرض ہے کہ ان کے طرزِ عمل کو بُرا جانے۔ اور برملا ان کے ظلم کے خلاف اظہار خیال کرے۔ اب اگر ایک عالم ان سے تعلقات بڑھاتا ہے۔ تو یا تو وہ ان کے تجمل وشکوہ سے متاثر ہوگا۔ اور بجائے ان کے ٹوکنے کے خود ان پر رشک کرے گا۔ اس طرح یہ دو برائیوں کا مرتکب ہوگا۔ ایک یہ کہ اس نے اس کو حق گوئی اور علم کی جس نعمت سے نواز رکھا ہے۔ اس کا انکار کرے گا۔ یا یہ ان ظالموں کے معاملہ میں مداہنت اختیار کرے گا۔ اس کے لئے یہ ممکن نہ ہوگا۔ کہ کھل کر اظہار رائے کر سکے۔ اس صورت میں اس کو خواہ مخواہ تکلف اور بناوٹ سے کام لینا پڑے گا۔ اور ان کی برائیوں کو سراہنا پڑے گا۔ یہی وہ چیز ہے جس کو بہتانِ صریح سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مزید برآں امراء وسلاطین کے وظائف وانعامات کو زروجواہر کی شکل میں قبول کرنا بھی جائز نہیں۔ لہٰذا ان سے میل جول، تعلقات رکھنا گویا تمام برائیوں کی جڑ ہے۔ اس لئے تقاضائے احتیاط یہی ہے کہ علمائے آخرت ان سے مجتنب رہیں۔

حدیث میں ہے :۔

ومن اتبع الصید غفل ومن اتی السلطان افتتن۔

جس نے شکار کا پیچھا کیا، غافل ہؤا۔ اور جو بادشاہ کے دربار میں حاضر ہؤا، آزمائش میں پڑا۔

یہ بھی ارشاد ہے :۔

سیکون علیکم امراء تعرفون منھم و تنکرون فمن انکر فقد برئ ومن کرہ

عنقریب تمہیں سے امراء ہوں گے۔ جن میں تم کچھ باتوں کو پاؤ گے، اور کچھ برائیوں کو۔ سو جس نے انکار کیا۔ بری الذمہ ٹھہرا۔ اور جس نے

فقد سلم ولکن من رضی وتابع ابعده الله تعالیٰ قیل افلا نقاتلهم قال صلے الله علیه وسلم لا ما صلّوا۔

ان کو بنظرِ حقارت دیکھا بچ گیا۔ لیکن جو راضی ہؤا اور اس نے ان کی پیروی بھی کی۔ اللہ تعالٰے کی رحمت سے دور ہو گیا۔ کہا گیا، کہ یا رسول اللہ! کیا ہم ان سے قتال نہ کریں۔ فرمایا نہیں۔ جب تک کہ یہ نماز پڑھتے رہیں۔

سفیان کا قول ہے :۔

فی جهنم واد لا یسکنه الا القراء الزائرون للملوك۔

جہنّم میں ایک وادی ہے جس میں سوا ان قراء کے اور کوئی نہیں رہیگا جو بادشاہوں کے ساتھ ربط و ضبط رکھنے والے ہیں۔

حذیفہ کا کہنا ہے :۔

ایاکم و مواقع الفتن قیل و ماھی ؟ قال ابواب الامراء یدخل احدکم علی الامیر فیصدّقه بالکذب ویقول فیه مالیس فیه۔

دیکھو مقاماتِ فتن سے اپنا دامن بچاؤ۔ کہا گیا وہ کیا ہیں؟ کہا کہ امراء کے دروازے۔ تم میں کا ایک آدمی ان کے ہاں جاتا ہے تو جھوٹ موٹ ان کی تصدیق کرتا ہے۔ اور ایسی تعریف کرتا ہے جس کا کہ ان کو حق نہیں پہنچتا

اوزاعی کہتے ہیں :۔

ما من شئ ابغض الی الله تعالےٰ من عالم یزور عاملاً۔

اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے زیادہ کوئی شے مبغوض نہیں کہ کوئی عالم کسی علاقہ کے عامل کی زیارت کے لئے جائے۔

تقریباً اسی مضمون کی یہ حدیث بھی ہے :۔

شر العلماء الّذین یاتون الامراء وخیار الامراء الّذین یاتون العلماء۔

وہ علماء بدترین ہیں، جن کا امراء کے ہاں آنا جانا ہے۔ اور وہ اُمراء بہترین ہیں جن کا علماء کے ساتھ اُٹھنا بیٹھنا ہے۔

(باقی۔ باقی)

افکارِ غزالی

مصنفہ مولانا محمد حنیف ندوی

قیمت ۷ روپے

افکارِ ابن خلدون

مصنفہ مولانا محمد حنیف ندوی

قیمت تین روپے ۸ ر

ملنے کا پتہ :- سکرٹری ادارہ ثقافت اسلامیہ۔ کلب روڈ۔ لاہور